جمع و تدوین قرآن

عہد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے

Two-fold HIFAZAT e QURAN

Firstly – in heart

Secondly – in written form. In coming slides, proof of second version is given.

دوسری صورت مکتوبی یعنی تحریری صورت میں محفوظ کرنا ارشاد فرمایا:

انه لقران کریم فی کتب مکنون (۴۳۹)

''بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں۔''

فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة (۴۴۰)

''ان صحفیوں میں کہ عزت والے ہیں بلندی والے پاکی والے۔''

رسول من الله یتلوا صحفا مطهرة فیها کتب قیمة (۴۴۱)

''وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔''

قرآن مجید میں ''الکتاب'' بار بار آیا ہے جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ یہ کتاب لکھی ہوئی ہے۔

ذلك الکتب لا ریب فیه (۴۴۲)

''وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔''

نزل علیك الکتب بالحق (۴۴۳)

''اُس نے تم پر یہ سچی کتاب نازل کی۔''

تلك ایت الکتب الحکیم (۴۴۴)

''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔''

قرآن مجید لکھنے کی ہدایت' یہ ساری باتیں اس پر شاہد ہیں کہ قرآن پاک مکمل طور پر عہد نبوی ﷺ میں مختلف اجزاء پر لکھا گیا اور صحابہ کے سینوں میں محفوظ تھا۔ قرآن کریم خود لکھے ہوئے قرآن کی شہادت دیتا ہے:

والطور و کتب مسطور فی رق منشور (۴۵۲)

''طور کی قسم اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے۔''

لایمسه الا المطهرون (۴۵۳)

''اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔''

چھونے کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی چیز مادی طور پر معرض وجود میں آ چکی ہو۔

تبلیغ کے نقطہ نظر سے قرآن کریم پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید ان تمام علوم و معارف کا جامع ہے جن کا احاطہ کوئی فرد نہیں کر سکتا اور پھر قرآن مجید تمام الہامی کتب کا نچوڑ ہے۔

رسول من اللّٰہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ (۶۷۲)

"وہ کون وہ اللہ کا رسول کہ پاک صحیفے پڑھتا ہے ان میں سیدھی باتیں لکھی ہیں۔"

عہد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے جن سے صحابہ کرام دیکھ کر تلاوت فرماتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن مجید کو دیکھ کر تلاوت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ساتھ قرآن مجید کے حفظ و صیانت کا پہلا مرحلہ ختم ہوا جس میں یہ کتاب نہ صرف سینوں میں محفوظ بلکہ مختلف چیزوں پر مرقوم تھی۔ دوسرے مرحلے میں جس کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت

سے ہوتا ہے صرف یہ ہوا کہ اس کو ایک مصحف اور جلد کی صورت میں جمع کر دیا گیا۔ یہ کام حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی ہو سکتا تھا لیکن اس لئے نہیں ہوا کہ اس میں وحی کی فیض رسانیوں کا وہ تسلسل مانع تھا۔ جو برابر تیئس برس تک جاری رہا۔ ظاہر ہے جب تک پورا قرآن پاک نازل نہ ہو جاتا اس کو ایک نسخہ کی حیثیت دینا کس طرح ممکن یا مناسب تھا۔

جمع وتدوین قرآن

قرآن ایک نوشتۂ ربانی ہے، جوامین وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اَطہر پر نزول پذیر ہوا۔ یہ ہر قسم کی تحریف وتغییر سے پاک ہے؛ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ. فرما کر اس کی حفاظت وصیانت کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمۂ کرم پر رکھ چھوڑا ہے۔ اس لیے قرآن اپنے تمام تر تحفظات کے ساتھ جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمون میں پایا جاتا تھا، ویسے ہی آج بھی موجود ہے اور کل بھی رہے گا۔ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں بے شمار آیات واَحادیث اور اَقوال وآثار شاہد عدل ہیں۔ اس لیے قرآن کے جمع وتدوین کے سلسلہ میں تشکیک آفرینی یا ضعیف الاعتقادی' کامل الایمان مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔

قارئین کرام! قرآن کے جمع وترتیب کی تاریخ ایک طویل ترین بحث پر مشتمل ہے، جسے ہم ''تدوین قرآن'' مصنفہ: علامہ محمد احمد مصباحی- پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ -مبارک پور- سے ملخص ومختصر کرکے پیش کررہے ہیں؛ اس اُمید پر کہ شاید یہ آپ کی معلومات میں اِضافے کا سبب بنے۔

نزول قرآن : جمہور مفسرین اور تمام اَرباب تحقیق اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ قرآن کریم ماہِ رمضان اور شب قدر میں یک بارگی لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اُتارا گیا، قرآن مجید اور صریح وصحیح احادیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ قرآن خود بیان فرماتا ہے :

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ۝ (البقرہ:۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا۔ (کنزالایمان)

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (القدر:۱)

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ (کنزالایمان)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ شب قدر میں قرآن کریم یک بارگی آسمانِ دنیا کی طرف اُتارا گیا.....پھر اللہ تعالیٰ' یکے بعد دیگرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا نازل فرماتا رہا۔ (المستدرک:۲/۲۲۲)

حکمتِ تَنْزِیْل : مذکورہ بالا نصوص سے معلوم ہوا کہ قرآن لوح محفوظ سے یکبارگی، رمضان کے مہینے، اور قدر کی رات میں آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا، پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا قریباً تیئس سال کی غیر معمولی مدت تک حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ اس طریقۂ تنزیل کی حکمت خود قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے :

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا وَّ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ۝ (الفرقان:۳۲،۳۳)

اور کافر بولے قرآن ان پر ایک ساتھ کیوں نہ اتار دیا، ہم نے یوں ہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں، اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے مگر ہم حق اور اس سے بہتر بیان لے آئیں گے۔ (کنزالایمان)

دوسری آیت میں ہے :

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ۝

(بنی اسرائیل:۱۰۶)

اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا۔ (کنزالایمان)

المرشد الوجیز فیما یتعلق بالقرآن العزیز میں ابوشامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

السر في إنزاله جملة إلى السماء تفخيم أمره و أمر من نزل عليه و ذلك بإعلام سكان السموات السبع أن هذا آخر الكتب المنزلة على خاتم الرسل لأشرف الأمم ، قد قربناه إليهم لننزله عليهم . و لو لا أن الحكمة الإلٰهية اقتضت رسوله إليهم منجما بحسب الوقائع لهبط به إلى الارض جملة كسائر الكتب المنزلة قبله ، ولكن الله باين بينه وبينها، فجعل له الأمرين إنزاله جملة ثم أنزله مفرقا ، تشريفا للمنزل عليه . (الاتقان:۱/۴۰)

اُسے یک بارگی آسمان کی طرف نازل فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ قرآن اور اس ذات کی عظمت کا اظہار ہو جس پر قرآن نازل ہوا، وہ اس طرح کہ ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کو پہلے ہی خبردار کردیا جائے کہ یہ آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر پر سب سے بہتر امت کے لیے نازل ہونے والی ہے، ہم نے اسے ان کے قریب کردیا ہے تاکہ ان پر اسے بتدریج نازل فرمائیں۔ اور اگر حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ نہ ہوتا کہ بلحاظ واقعات وحوادث تھوڑی تھوڑی ان تک پہنچے تو اس سے پہلے نازل شدہ دیگر کتابوں کی طرح یہ بھی یکبارگی اُتاری جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس

آخری کتاب اور دوسری آسمانی کتابوں کا معاملہ جدا رکھا۔اسے دونوں طرز بخشے، یکبارگی نزول ، پھر جدا جدا نزول۔تا کہ اس ذات کا شرف ظاہر ہو جس پر اس کا نزول ہوا۔

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل فرمانے میں چند حکمتیں تھیں:

(۱) مہبط وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی تسکین وتقویت کا سبب ہو اور کفار ومشرکین کی اذیتوں کے مقابلہ میں لطف کریم سے تسلی ملتی رہے، اور انھیں ہر اذیت پر خدا کی طرف سے صبر کی تلقین ہوتی رہے۔

(۲) بارِ نزول سے خدا کے اعزاز اور عنایات کا ظہور ہوتا رہے۔وصول آیات اور فرشتۂ یزدانی کی ملاقات سے بے پایاں مسرتیں حاصل ہوتی رہیں۔

(۳) مشرکین کے اعتراضات کا جواب دیا جاتا رہے۔

(۴) واقعات وحوادث کے مطابق نزول اور اُن پر تنبیہ ہوتی رہے۔

(۵) احکام شرعیہ کا نفاذ بتدریج ہو، تاکہ امت پر گراں نہ ہوں۔

(۶) قرآن کا حفظ، قرآن کا فہم واخذ امت پر سہل ہو۔

(۷) اس بات کی رہنمائی بار بار ہوتی رہے کہ قرآن کا کوئی نازل فرمانے والا ہے جس کی طرف سے تنزیل ہوا کرتی ہے۔

حفاظت قرآن : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آیات اترتیں انھیں بڑے اہتمام سے خود یاد کرتے ، پھر صحابہ کو سناتے ، حفظ کی کوشش یہاں تک تھی کہ درمیانِ نزول، قراءت جبرئیل کے ساتھ خود بھی تلاوت کرتے جاتے کہ کہیں یاد ہونے سے رہ نہ جائیں، نزول قرآن کا باریوں ہی بے پناہ گراں: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ○ (الحشر:۲۱)
(اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ

کے خوف سے۔) اس پر یہ مشقت اور ہی گراں۔اس کریم ورحیم پروردگار کو جسے محبوب کے احوال کا بڑا ہی لحاظ تھا، یہ مشقت مزید گوارا نہ ہوئی، فرمایا :

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ○ (القیامۃ:۱۶،۱۷)

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو، بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ (کنزالایمان)

مگر یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس جمع ربانی کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظت قرآن کا وہ بے مثال انتظام فرمایا کہ عہد رسالت ہی میں قرآن کریم کے ضیاع اور تحریف وتبدیل کا خوف جاتا رہا۔ایک طرف تو صحابۂ کرام کو حفظ قرآن کی ترغیب دی، دوسری طرف عرب کی بے نظیر قوت حافظہ کے باوجود کتابت قرآن کا انتظام فرمایا، حالاں کہ عرب کا حافظہ مشہور ہے۔ہزار ہا اشعار، قصائد، اُرجوزے اور روایات ان کو زبانی یاد ہوتیں، شعری مقابلوں میں اپنی قوت حافظہ پر فخر کرتے، کسی چیز کو لکھ کر یاد کرنا اپنے لیے کسر شان سمجھتے، مگر ان سب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا معاملہ صرف حفظ تک محدود نہ رکھا بلکہ اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا، جتنا قرآن نازل ہوتا بحکم رسول ﷺ اس کی کتابت بھی ہو جاتی۔اس طرح زمانۂ رسالت ہی میں نزولِ قرآن مکمل ہونے کے ساتھ، کتابت قرآن بھی مکمل ہوگئی، اور یہی وہ تدوین وکتابت ہے جو زمانۂ مابعد میں قرآنی خدمت کی اَساس اور بنیاد قرار پائی۔

ظہور اسلام کے وقت قریش کے قریباً سترہ آدمی کتابت سے واقف تھے، ان میں حضرت علی، عمر، عثمان، طلحہ، ابوسفیان اور معاویہ بھی شامل ہیں.....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کے فروغ پر خصوصی توجہ فرمائی۔غزوۂ بدر میں جب

قریش کے کچھ ایسے افراد بھی گرفتار ہوئے جو کتابت سے آشنا تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کا یہ فدیہ قبول فرمایا کہ وہ دس مسلمان لڑکوں کو لکھنا سکھادے۔ اس طریق کار سے لکھنے والوں کی ایک خاصی جماعت پیدا ہوگئی، اور عرب میں کتابت کو عام فروغ حاصل ہوا۔ بہرحال! یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ عرب اور خصوصاً مسلمانوں میں کتابت سے آشنا افراد ضرور موجود تھے، جن کے ذریعہ عہد رسالت میں قرآن کی کتابت ہوتی رہی۔

قرآن حسب ضرورت ومصلحت نازل ہوتا رہا، کبھی پانچ آیات، کبھی دس، کبھی کم وبیش۔ قصہ افک میں یک بارگی دس آیات کا نزول، اسی طرح سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیات کا ایک ساتھ نزول' صحیح روایات میں مذکور ہے۔ یوں ہی تنہا 'غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ' کا نزول روایت صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور یہ جزو آیت ہے۔ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ کا نزول بھی اول آیت کے نزول کے بعد ہوا، یہ بھی جزو آیت ہے۔ (الاتقان: ۱/۴۲، ۴۳) بہرحال جتنا بھی قرآن نازل ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کتابت کرا لیتے۔

نوٹ : جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ''جاہلیت'' کے زمانہ میں آشنائے کتابت کون تھا کہ ابتدائے نزول ہی سے کتابت بھی ہونے لگی' وہ سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں، ایک تو تاریخ سے بے خبری، دوسری 'جاہلیت' کے صحیح مفہوم سے ناآشنائی ——— 'جاہلیت' ایک خاص مفہوم رکھتا ہے، جس سے ایک دور اور اس کے کردار واحوال کی تعبیر کی جاتی ہے، یہ معنی نہیں کہ اس زمانے میں علم وفن سے کوئی آشنا ہی نہ تھا، اس وقت بھی عرب میں کئی علوم رائج تھے، مگر وہ علم صحیح کی قدریں پامال کر رہے تھے، ان کا ماحول' اخلاق وکردار کے اعتبار سے متعفن تھا، وہ بے حیائی وبدکرداری پر فخر کیا کرتے، ان ہی حالات کی بنا پر اس دور کو دورِ جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے ——— کچھ ویسے ہی بلکہ اس سے بھی بدتر حالات، آج یورپ میں پیدا ہو چکے ہیں، اس خاص اصطلاح کے پیش نظر مغرب کو اس کی تمام تر ایجادات، علم وفن اور دنیاوی ترقیوں کے باوجود نمونۂ 'جاہلیت' کہا جاسکتا ہے۔ ۱۲ منہ

عارف باللہ حضرت حارث محاسبی [م ۲۴۳ھ] فرماتے ہیں :

كتابة القران ليست بمحدثة فانه صلى الله عليه وسلم كان يأمر بكتابته ولكنه كان مفرقا في الرقاع والأكتاف والعسب .

یعنی قرآن کی کتابت، زمانۂ رسول کے بعد کی پیدا شدہ چیز نہیں، بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی کتابت کراتے تھے، لیکن اس وقت قرآن چرمی پارچوں (اونٹ کے مونڈھوں کی) ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں میں لکھا ہوا منتشر تھا۔

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنا قرآن نازل ہوتا وہ قید تحریر میں آجاتا۔ اس طرح سرکار کے زمانہ ہی میں پورا قرآن لکھا جاچکا تھا مگر ترتیب آیات وسور کے ساتھ یکجا نہ تھا۔

عہد رسالت میں قرآن علاحدہ علاحدہ اوراق میں تھا، عہد صدیقی میں علاحدہ علاحدہ صحیفوں میں الگ الگ سورتیں لکھی گئیں، اور عہد عثمانی میں ایک مصحف کے اندر تمام آیات وسُوَر مرتب ہوئیں، مگر اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ زمانۂ نبوی میں اگر کتابۃً اوراق میں قرآن مرتب نہ تھا تو حفظاً سینوں میں بھی مرتب نہ تھا۔

آگے معلوم ہوگا کہ قرآن کی آیتوں اور سورتوں کے درمیان جو ترتیب عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں صحف ومصاحف کے اندر قائم ہوئی، یہ وہی ترتیب ہے جو بعہد رسالت سینۂ حفاظ میں تھی، اور جسے صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتوقیف سے حاصل کیا تھا۔

عہد صدیقی میں قرآن کی تدوین ثانی

ماسبق میں آپ یہ پڑھ آئے ہیں کہ عہد رسالت میں پورے قرآن مجید کی کتابت ہو چکی تھی، مگر اس وقت تک آیات قرآنیہ چرمی پارچوں، سنگی تختیوں اور دوسری چیزوں میں منتشر اور غیر مرتب تھیں، مرتب اور یکجا اگر تھیں تو حفاظ کے سینوں میں۔ مگر مسلمان ایک ایسے معرکے سے دوچار ہوئے کہ قرآن کی یک جا کتابت ناگزیر ہوگئی۔

تاریخ شناسوں پر مخفی نہ ہوگا کہ مسیلمہ کذاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں دعویٰ نبوت کر چکا تھا، وفاتِ سید عالم ﷺ کے بعد جب بہت سے قبائل عرب، اسلام سے منحرف ہوئے تو مسیلمہ بھی زور پکڑ گیا، اس کے شر و فتنہ کی مدافعت کے لیے ۱۱ھ میں امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کی سرکردگی میں کثیر جماعت صحابہ پر مشتمل ایک فوج بھیجی، جس نے مسیلمہ اور اس کے حامیوں سے سخت معرکہ آرائی کی اور ان کے پرخچے اُڑا دیے، مسیلمہ خائب و خاسر ہوا اور قتل کیا گیا۔ تاریخ میں یہ واقعہ ''جنگ یمامہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں قریباً بارہ سو صحابہ کرام شہید ہوئے۔ عینی و مرقات میں ہے کہ صرف حفاظ شہدا کی تعداد سات سو (۷۰۰) تک تھی ..... یہ ایک ایسا دل دوز واقعہ بن گیا جس نے صحابہ کے اربابِ حل و عقد کو چونکا دیا، قرآن کی یکجا کتابت لازمی سمجھی گئی، اور اس طرح خلافت اِسلامیہ کی نگرانی میں قرآن کی تدوین ثانی کا کام شروع ہوا۔

امام احمد وغیرہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے تدوین ثانی کی تفصیل یوں روایت کی ہے، فرماتے ہیں :

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد میرے پاس آدمی بھیج کر مجھ کو طلب فرمایا، میں ان کے یہاں حاضر ہوا، تو حضرت عمر بھی

وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے مجھ سے فرمایا: عمر نے مجھ سے آ کر کہا کہ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی بڑی شدید خوں ریزی ہوئی ہے، مختلف معرکوں میں حفاظ کی شہادت کا یہی نقشہ رہا تو مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سارا قرآن (ان کے ساتھ ہی) چلا جائے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ''جمع قرآن'' کا حکم دیں۔ اس پر میں نے عمر سے کہا: ہم کوئی ایسا کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ عمر نے کہا: هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ. بخدا! یہ کام تو بہتر ہی ہے۔ عمر مجھ سے اس معاملہ میں گفت وشنید کرتے رہے، یہاں تک کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا، اور میری رائے بھی وہی ہوگئی جو عمر کی تھی۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے مجھ سے کہا: تم عقل مند جوان ہو، تم پر ہماری کوئی تہمت بھی نہیں ہے، تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے، تم تلاش و تتبع اور چھان بین کر کے قرآن جمع کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

فو اللّٰه لو كلفوني نقل جبل من الجبال ما كان أثقل مما أمرني به من جمع القرآن .

خدا کی قسم! اگر مجھے پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا حکم دیتے تو یہ مجھ پر ''جمع قرآن'' کی اہم ذمہ داری سے زیادہ گراں نہ ہوتا۔

میں نے عرض کیا آپ حضرات ایک ایسا کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ صدیق اکبر نے جواب دیا : هو و اللّٰه خير . بخدا! یہ کام تو بہتر ہی ہے۔

فلم يزل يراجعني أبوبكر حتى شرح اللّٰه صدري للذي شرح له صدر أبي بكر و عمر .

اس پر ان سے میری گفت وشنید جاری رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا جس کے لیے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھول دیا تھا۔

فتتبعت القرآن أجمعه من العسب اللخاف وصدور الرجال .

تو تلاش وتتبع اور چھان بین کر کے میں درخت خرما کی شاخوں، سنگی تختیوں اور آدمیوں کے سینوں سے قرآن جمع کرنے لگا۔

یہاں تک کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ سے آخر سورہ تک (کل دو آیتیں) میں نے حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا، ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ پایا۔ اس تدوین سے صحیفے تیار ہوگئے (ہر سورہ ایک الگ صحیفے میں تھی، اس طرح سورہ کی تمام آیات یکجا ہوگئیں) یہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق کی زندگی میں ان ہی کے پاس رہے، ان کے بعد حضرت عمر کے پاس آئے، ان کی شہادت کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ بنت فاروق کے پاس رہے۔ (بخاری: ۲/۷۴۷- کنز العمال: ۱/۲۷۹)

تدوین ثانی کے خصائص : حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تدوین اور آیات قرآن کی تحقیق وتفتیش اور تلاش وتتبع میں مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھا :

(۱) عہد رسالت کا کتابت شدہ قرآن، جو چرمی پارچوں، سنگی تختیوں اور دوسری چیزوں میں منتشر تھا، یکجا کر کے پیش نظر رکھا، یہ وہ اصل تھی جسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے املا کرایا تھا، اور حسب روایت حضرت زید سے بعد املا پڑھوا کر سنا تھا، جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت تھی، اصلاح بھی فرمادی تھی۔

(۲) لوگوں کے پاس، صحیفوں، تختیوں یا دوسری چیزوں میں جو مختلف نسخے اور اجزا تھے سب حتی الامکان جمع کر کے پیش نظر رکھے۔

(۳) ہر آیت کی تصدیق کم از کم دو حافظوں سے کرتے جاتے، مزید برآں خود بھی حافظ تھے۔

اس عظیم اہتمام اور تفتیش وتحقیق کے ذکر میں حدیث مذکور کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے قدرے تفصیل کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تدوین ثانی کتنی مشقت اور جاں فشانی کے ساتھ سرانجام دی گئی۔ مثلاً

ہشام بن عروہ سے مروی کہ جب قراء کی شدید خوں ریزی ہوئی۔ حضرت ابوبکر کو قرآن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب اور زید بن ثابت سے فرمایا: دروازۂ مسجد پر بیٹھو، تمہارے پاس جو شخص کتاب اللہ کے کسی حصے پر دو گواہ لائے تو اسے لکھ لو۔ (کنز العمال: ۱/۲۸۰)

تدوین ثانی کا مقصد صرف یہ تھا کہ قرآن کا ایک نسخہ مجتمع شکل میں تیار ہو جائے اور وقت ضرورت وہ مرجع ومعتمد بن سکے۔ اس کے لیے منتشر اجزا کو یکجا کر کے ترتیب سے لکھ لینا کافی تھا، اور دو شاہدوں کی تلاش، تفتیش وتحقیق، دوسرے نوشتوں کی چھان بین، محض اطمینان کلی، احتیاط مزید اور تنقیح کامل کے لیے تھی۔

بہر حال! 'جمع قرآن' صدیق اکبر کا بہت زبردست کارنامہ اور امت مسلمہ پر ان کا احسان عظیم ہے، جو رہتی دنیا تک ان کے فضائل ومحاسن میں شمار کیا جائے گا۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے سلسلے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت وکرامت کا برملا اعتراف کیا :

أعظم الناس في المصاحف أجرا أبوبكر –رحمة الله على أبي بكر هو أول من جمع كتاب الله .

مصاحف میں سب سے زیادہ عظیم اَجر حضرت ابوبکر کا ہے۔ ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کی تدوین فرمائی۔

(کنز العمال: ۱/۲۷۹- فتح الباری: ۹/۹)

عہدِ عثمانی میں قرآن کی تدوین ثالث

اختلافِ لُغات : جیسے اردو کے بعض محاورات والفاظ میں خود فصحاے اہل زبان کا اختلاف ہے اسی طرح مختلف قبائل عرب کا عربی زبان میں بہت کچھ اختلاف تھا۔ مثلاً بنی ہُذَیل حَتّٰی کو عَتّٰی کہتے۔ اہل مدینہ کے یہاں تابوت کا تلفظ تابُوَہ تھا۔ بنی قیس کاف تانیث کے بعد شَ بولتے ضربَکِ کی بجائے ضربَکِش کہتے۔ اس طریق تلفظ کو کشکشۂ قیس سے تعبیر کیا جاتا۔ بنی تمیم 'اَنْ' ناصبہ کو 'عَنْ' کہتے۔ اس طرح کے بہت سے اختلاف تھے۔ یوں ہی طرزِ ادا مثلاً تفخیم وترقیق (پر اور باریک پڑھنا) ادغام، اظہار، امالہ، تحقیق ہمزہ، تخفیف ہمزہ وغیرہ میں خاصا اختلاف تھا۔

قرآن مجید پہلے ایک زبان' زبانِ قریش میں نازل ہوا۔ مگر چوں کہ ابتداءً جب کہ مختلف قبائل عرب اسلام میں نئے نئے داخل ہو رہے تھے، اور ان میں بوڑھے، بچے، جوان، مرد، عورت، خواندہ، ناخواندہ سبھی تھے، تو ایسی حالت میں سب کے لیے زبانِ قریش کی پابندی، اپنے قبیلے کی زبان اور طریق ادا کا ترک بہت دشوار تھا، اگر سب کے لیے یہ پابندی لگادی جاتی تو بہت کم لوگ قرآن سیکھ پاتے، حالاں کہ احکام دین کی اشاعت کے پیش نظر قرآن کی بھی تعلیم واشاعت ضروری تھی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند کریم سے دعاے تسہیل کی۔ فرماتے ہیں :

أرسل إلى أن أقرأ القرآن علىٰ حرف، فرددت إليه أن هوّن على أمتي ، فرُدّ إلى الثانية ، أقرأه علىٰ حرفين فرددت إليه أن هوّن على أمتي فرد إلى الثالثة أقرأه على سبعة أحرف ،

ولك بكل رَدّة رددتكها مسئلة تسألنيها ، فقلت اللهم اغفر لأمتي ، اللهم اغفر لأمتي ، وأخرت الثالثة ليوم يرغب إلى الخلق كلهم حتىٰ إبراهيم –عليه السلام– .

باری تعالیٰ کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ ایک حرف (زبان) پر قرآن پڑھوں، میں نے بارگاہِ ایزدی میں رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما، دوسری بار جواب ملا، دو زبانوں پر پڑھو۔ میں نے پھر اس کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ تیسری بار جواب آیا، سات زبانوں پر پڑھو اور ہر بار کی مراجعت وجواب کے بدلے تمھیں مجھ سے ایک دعا کرنے کا حق دیا جاتا ہے (جو قبول ہوگی تو تین بار کے بدلے تین دعا اور اس کی مقبولیت حضور کو دی گئی) میں نے عرض کیا: خداوندا! میری امت کی مغفرت فرما۔ خداوندا! میری امت کی مغفرت فرما۔ اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لیے اُٹھا رکھی جس دن ساری مخلوق میری مشتاق (اور میری شفاعت کی طالب) ہوگی، یہاں تک کہ (ذوالعزم پیغمبر) حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی (جو بعد سرور کائنات تمام انبیاو رسل سے افضل ہیں علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **أنزل القرآن علىٰ سبعة أحرف.** قرآن سات حرفوں (زبانوں) پر نازل فرمایا گیا۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ سات حرفوں سے مراد وہ سات زبانیں ہیں جو عرب میں مشہور تھیں، اور جن کے فصیح ہونے کی شہادت موجود ہے۔ وہ قریش، طی، ہوازن، اہل یمن، ثقیف، ہذیل اور بنی تمیم کی زبانیں ہیں۔

واضح رہے کہ زبانوں کے اختلاف سے اصل معانی میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی، سب کا معنی ایک تھا۔ جلیل القدر تابعی حضرت ابن شہاب زہری سے مروی ہے :

بلغني أن تلك السبعة الأحرف إنما هي في الأمر تكون واحدا لا تختلف في حلال و حرام .

مجھے خبر ملی ہے کہ یہ ساتوں زبانیں دین کے معاملہ وحکم میں ایک ہوتیں، ان میں کسی حلال وحرام کا اختلاف نہ تھا۔

تدوین ثالث کے اسباب ومحرکات : اس ضروری تمہید کے بعد 'تدوین ثالث' کے اسباب ومحرکات کا سمجھنا آسان ہوگیا۔

عمارہ بن غزیہ کی روایت میں ہے :

حضرت حذیفہ ایک جنگ سے واپس آئے تو گھر جانے سے پہلے حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المومنین! لوگوں کو تھامیے۔ فرمایا: کیا بات ہے؟ کہا میں سرحد ارمینیہ کی لڑائی میں شریک ہوا تو دیکھا کہ شام والے ابی بن کعب کی قراءت پر قرآن پڑھتے ہیں، جسے اہل عراق نے نہیں سنا۔ اور عراق والے ابن مسعود کی قراءت پر پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا تو ایک دوسرے کی تکذیب کرتا ہے۔ (عمدۃ القاری للعینی: ۱۸/۲۰-ارشاد الساری: ۳۵۸/۷)

خود حضرت عثمان کے یہاں بھی اس طرح کا اختلافی مقدمہ پہنچا۔ ابن اشتہ نے ابوقلابہ سے بطریق ایوب روایت کی ہے، انھوں نے فرمایا: بنی عامر کے انس بن مالک نامی ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عثمان کے زمانے میں لوگوں نے قرآن کے بارے میں اختلاف کیا، یہاں تک کہ لڑکے اور معلّمین ایک دوسرے سے جنگ کر بیٹھے۔ معاملہ عثمان تک پہنچا تو انھوں نے فرمایا :

عندي تكذبون به و تلحنون فيه فمن نأى عني كان أشد تكذيبا و أكثر لحنا . (الاتقان : ۱/ ٦١)

میرے یہاں تم اس میں جھٹلاتے اور اس میں غلطی کرتے ہو تو جو مجھ سے دور ہیں وہ تو تم سے بھی زیادہ تکذیب اور غلطی میں مبتلا ہوں گے۔

یہ ایک فتنے کی ابتدا تھی جس کا انجام بڑا ہی خطرناک اور اندوہ ناک ہوسکتا تھا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے دِفاع کے لیے ممتاز صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ کیا، اور اپنی رائے پیش کی جس پر تمام حضرات نے فیصلہ کر دیا کہ اب ضروری ہوگیا ہے کہ تمام قبائل عرب بلکہ ساری دنیا کو ایک لغت پر جمع کر دیا جائے، اور زبان نزول کے مطابق قرآن کے متعدد نسخے تیار کرا کے مختلف دیار و امصار میں بھیج دیے جائیں اور سب کے لیے اسی کی پابندی ضروری قرار دی جائے۔

جمع و تدوین عثمانی کا ایک انوکھا رُخ : عہد عثمانی میں تمام صحابہ و اہل بیت اور حفاظِ کرام کے مکمل اِتفاق سے سرکاری طور پر ایک نسخہ تیار کیا گیا جو 'مصحف عثمانی' کے نام سے معروف ہوا۔ قرآن کی جمع و تدوین کا یہ کام جو سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچا، دراصل خود اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور حفاظت میں ہوا؛ کیوں کہ ارشادِ ربانی ہے :

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْاٰنَهُ o (سورۂ قیامہ:۷۵/۱۷)

بے شک اسے جمع کرنا اور اسے پڑھانا ہمارا ذمہ ہے۔

اس پہلو کا جائزہ لینا بیعتِ رضوان کے حوالے سے نہایت ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قرآن کی جمع و تدوین کا آخری کام متعدد صحابہ کرام اور خلفا کے باوجود حضرت عثمان ہی سے کیوں لیا؟۔ اس کی وضاحت صلح حدیبیہ

کے واقعہ سے ہوتی ہے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو صحابہ کے ہمراہ بمقام حدیبیہ پڑاؤ کیا اور سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ اس اثنا میں اطلاع ملی کہ کفار و مشرکین مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اندریں صورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام سے جہاد پر آمادگی کی بیعت لی جسے 'بیعت رضوان' کہا جاتا ہے، اس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آتا ہے :

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ o

(سورۂ فتح:۴۸/۱۰)

(اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔

تو یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ اور آپ سے بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔ پھر جب تمام صحابہ کرام کی بیعت ہو چکی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا :

إن عثمان في حاجة اللّٰه تعالىٰ و حاجة رسوله، فضرب بأحدى يديه على الأخرى، فكانت يد رسول اللّٰه لعثمان من أيديهم لأنفسهم . (سنن ترمذی:۵/۶۳۶ حدیث:۳۷۰۲)

یعنی عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں مصروف ہے؛ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا اور اپنے ہی ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیتے ہوئے ان کی طرف سے بیعت لی۔ تو حضرت عثمانِ غنی کے لیے حضور علیہ السلام کا دست مبارک دیگر صحابہ کرام کے لیے ان کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔

یہ پہلو قابل غور ہے کہ اِدھر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا جب کہ دوسری طرف ﴿ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ o (گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ﴾ کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا گویا بالواسطہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت قرار دیا؛ لہٰذا اس ہاتھ سے جمع و تدوین قرآن کے کام کا انجام پانا وعدۂ الٰہی ﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْاٰنَهُ o بے شک اسے جمع کرنا اور اسے پڑھانا ہمارا ذمہ ہے۔ ﴾ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے ہی انجام پانا ہے۔

تدوین ثالث کی کیفیت : تدوین اول کی کیفیت بس یہ تھی کہ پورا قرآن لکھ لیا گیا تھا، تمام سورتوں، اور تمام سورتوں کی جملہ آیات کے درمیان ترتیب نہ تھی، تدوین ثانی میں ہر سورہ کی تمام آیات ترتیب سے لکھی گئیں، اور الگ الگ سورتوں پر مشتمل صحیفے تیار ہوگئے، مگر خود سورتوں کے درمیان باہمی ترتیب قید تحریر میں نہ آسکی۔ اس لیے عہد عثمانی میں قرآن کے متعدد نسخے تیار کرانے کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھا گیا کہ قرآن کی ایک ''تیسری تدوین'' ہوجائے، جس میں سورتوں کی باہمی ترتیب بھی ہو، اور جو قرآن الگ الگ سورتوں پر مشتمل 'صحیفوں' کی شکل میں ہے۔ اسے ایک 'مصحف' کی شکل دے کر پورے قرآن کی یکجا شیرازہ بندی کر دی جائے۔

الغرض! جب مصاحف میں صحیفوں کی نقل ہوگئی، تو حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو وہ صحیفے واپس کر دیے اور تدوین شدہ مصاحف میں سے ایک ایک مصحف ہر اہم اسلامی شہر میں بھیج دیا۔ اور اسی پر اجماع و اتفاق ہوگیا۔

قرآن پر نقطے اور اعراب

خط عربی میں پہلے حرکات، سکون، تشدید اور نقطوں کا وجود نہ تھا۔ اس لیے قرآن میں بھی اعراب اور نقطے نہ تھے۔ تعلمون ، یعلمون ، فتح، فتّح، سمُر، شمّر سب کی شکلیں یکساں ہوتیں؛ مگر یہ عرب کی قدرت زبان اور ان کے فہم کلام کا کرشمہ تھا کہ وہ ان سب کے بغیر اصلی حرف وحرکت کی تعیین کر لیتے، اور صحیح پڑھتے۔

مصحف عثمانی کی تدوین کے بعد بھی قریباً پچاس سال تک لوگ اسی طرح پڑھتے رہے، جب مملکت اسلامیہ کے حدود وسیع ہوئے، اور عرب وعجم کا اختلاط ہوا تو اکثر عجم اور بعض عرب سے بھی قراءت میں بہت سی غلطیاں ہونے لگیں، جس کے پیش نظر حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ ہم شکل حروف میں امتیاز کرنے کے لیے علامات مقرر کی جائیں، چنانچہ حضرت نصر بن عاصم لیثی رضی اللہ عنہ نے نقطے ایجاد کیے، جس سے ہم شکل حروف میں اشتباہ جاتا رہا۔ اور یہ کام ۷۶ھ میں سرانجام دیا گیا۔

سب سے پہلے با اور تا پر نقطے لگائے گئے جسے دیکھ کر لوگ بہت خوش ہوئے اور کہا اس میں کوئی حرج نہیں، یہ نقطے تو حروف کے لیے نور اور رونق ہیں۔

اِعراب کی سب سے پہلے ایجاد کرنے والے أبو الأسود دؤلی تابعی بصری رضی اللہ عنہ (م ۶۹ھ) ہیں، جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریقۂ آغاز پر

علم نحو کی ایجاد وتکمیل کی۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروف پر نقاط لگانے کا کام تو ۶۹ھ سے پہلے ہی مکمل ہوگیا تھا؛ البتہ اعراب لگانے کا کام حجاج بن یوسف نے ۷۶ھ میں انجام دیا تھا۔

اعراب لگانے کا داعیہ یہ واقعہ بنا کہ انھوں نے ایک شخص کو اِنَّ اللّٰهَ بَرِیْئٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ رَسُوْلِهٖ (بکسرلام) پڑھتے سنا (جس کا معنی یہ ہوجاتا ہے کہ بیشک اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اپنے رسول سے) یہ غلطی کوئی معمولی نہیں، بہت بڑی تھی، انھوں نے فرمایا: معاذ وجه الله من أن يبرئ من رسوله (خدا کی پناہ اس سے کہ وہ اپنے رسول سے بری ہو) انھیں اعراب کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا، جس کے بعد انھوں نے اعراب وضع کیا۔

پھر خلیل بن احمد فراہیدی رضی اللہ عنہ نے تشدید، مد، ہمزہ، جزم، وصل اور حرکات کی علامتیں ایجاد کیں، اور کسرہ، فتحہ، ضمہ (زیر، زبر، پیش) کی وہ صورتیں وضع کیں جو آج ہیں۔

قرآن میں منازل کے نشانات حجاج بن یوسف کی تحریک پر حسن اور یحییٰ بن یعمر عدوانی رضی اللہ عنہما نے لگائے۔ دس آیت کے اختتام پر ایک علامت [ے] کی ایجاد مامون عباسی کے زمانے میں ہوئی۔ رکوع کی علامت بھی اسی زمانے میں مقرر ہوئی اس طرح کہ نماز میں تراویح میں جتنی مقدار پڑھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رکوع کیا کرتے، اس کے اختتام پر کنارے یہ علامت [ع] لگادی گئی۔

(تفسیر روح البیان: ۹/۹۹-تفسیر نعیمی: مقدمہ بحوالہ تدوین قرآن: ص ۹ تا ۱۲۹)

قرآن! ایک نظر میں

قرآنی معلومات عامہ کے حوالے سے ذیل میں ایک اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں جس سے قرآن کے کلمات وحروف وغیرہ کی تعداد پر آگاہی بآسانی ہوجائے گی، مگر یہ کوئی حتمی اَعداد وشمار نہیں۔ درحقیقت ان کا حقیقی علم تو قادرِ مطلق پروردگار ہی کو ہے۔

پہلی وحی :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ (سورہ علق: آیت ا تا ۵)

آخری وحی :

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ○ (البقرہ : ۲۸۱)

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلَامَ دِیْناً ○ (المائدۃ : ۳)

کاتبانِ وحی :

کم وبیش ۴۰ رصحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

قرآن کی مدت نزول :

تقریباً ۲۲ رسال، ۵ رماہ، ۱۴ ردن

عمومی تقسیم :

پارے :	۳۰	منزلیں :	۷
سورتیں :	۱۱۴	رکوعات :	۵۵۸
آیات :	۶۲۳۶		
سجدہائے تلاوت :	متفق علیہ ۱۴ - مختلف فیہ ۱		
کلمات :	۸۶۴۳۰	حروف :	۳۲۳۶۷۱

منازل کی تقسیم :

سورہ فاتحہ	تا	سورۂ نساء
سورۂ مائدہ	تا	سورۂ توبہ
سورۂ یونس	تا	سورۂ نحل
سورۂ بنی اسرائیل	تا	سورۂ فرقان
سورۂ شعراء	تا	سورۂ یٰس
سورۂ والصّٰفّٰت	تا	سورۂ حجرات
سورۂ قٓ	تا	سورۂ والناس

مضامین :

علم عقائد — علم احکام

تذکیر باللہ — تذکیر بایام اللہ

تذکیر بالموت ومابعد الموت

اقسام آیات :

آیات وعدہ :	۱۰۰۰	آیات وعید :	۱۰۰۰
آیات نہی :	۱۰۰۰	آیات امر :	۱۰۰۰
آیات مثال:	۱۰۰۰	آیات قصص:	۱۰۰۰
آیات تحلیل:	۲۵۰	آیات تحریم :	۲۵۰
آیات تسبیح :	۱۰۰	آیات متفرقہ:	۶۶

تفصیل حرکات (اعراب) :

ضمات(پیش) :	۸۸۰۴	فتحات(زبر) :	۵۳۲۲۳
کسرات(زیر) :	۳۹۵۸۲	مدات(~) :	۱۷۷۱
تشدید(شدّ ـّ) :	۱۲۷۴	نقاط(نقطے،۰) :	۱۰۵۶۸۴

تفصیل حروف تہجی :

ا :	۴۸۸۷۲	ب :	۱۱۴۲۸
ت :	۱۱۹۹	ث :	۱۲۷۶
ج :	۳۲۷۳	ح :	۹۷۳
خ :	۲۴۱۶	د :	۵۶۰۲
ذ :	۴۶۷۷	ر :	۱۱۷۹۳
ز :	۱۵۹۰	س :	۵۹۹۱
ش :	۲۱۱۵	ص :	۲۰۱۲
ض :	۱۳۰۷	ط :	۱۲۷۷
ظ :	۸۴۲	ع :	۹۲۲۰
غ :	۲۲۰۸	ف :	۸۴۹۹
ق :	۶۸۱۳	ک :	۹۵۰۰
ل :	۳۴۳۲	م :	۳۶۵۳۵
ن :	۴۰۱۹۰	و :	۲۵۵۳۶
ہ :	۱۹۰۷۰	لا :	۳۷۲۰
ی :	۴۵۹۱۹		

[ماخوذ از: المعجم المفهرس لألفاظ القران الكريم: ۷۸۳]

دونوں طرح پڑھا جا سکے۔ اگر عہد عثمانی میں قرآن یوں لکھا جاتا کہ ایک قراءت اس میں پڑھی جا سکتی اور دوسری ساقط ہو جاتی تو یہ بذات خود جائز بھی نہ تھا اور اس سے قرأت کا جھگڑا کبھی ختم نہ ہوتا جس نے حضرت عثمان کو جمع قرآن پر مجبور کیا بلکہ وہ مزید گہرا ہو جاتا۔

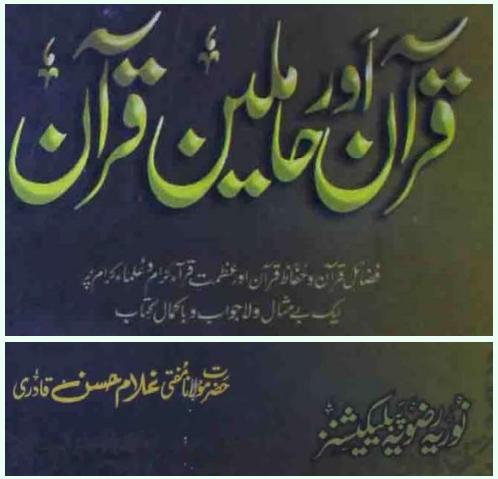
قرآن اور حاملین قرآن
فضائل قرآن و حفاظ قرآن اور عظمت قرآء و فضلاء کرام پر
ایک بے مثال و لاجواب و باکمال کتاب
حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری
نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

توقیفی انداز کتابت

اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کا انداز کتابت توقیفی ہے اور عام عربی رسم الخط سے ہٹ کر ہے مثلاً قرآن میں عموماً ''الصالحات'' کو یوں لکھا جاتا ہے ''الصّٰلِحٰتِ''، ''یُحیِیْ'' کو یوں لکھا جاتا ہے ''یحیٰ'' اور کئی جگہ تاء وحدت کو لمبی لکھا گیا ہے جیسے ''فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ'' (آل عمران:۶۱) عام عربی رسم الخط ''لَعْنَةَ اللّٰهِ'' گول تاء کے ساتھ ہے اور ہمارے لئے جائز نہیں کہ قرآن کو رسم عثمانی سے ہٹ کر عام رسم کے مطابق لکھا جائے کیونکہ رسم عثمانی حقیقتاً رسم محمدی ﷺ ہے اور رسم عثمانی علوم قرآن میں سے ایک مستقل علم ہے جس میں پورے قرآن کے اندر جہاں جہاں عام عربی رسم الخط سے قرآن کا اختلاف ہے اسے تفصیلاً بتایا جاتا ہے۔ (۳) رسم عثمانی میں نقطے اور حرکات نہیں ڈالی گئی تھیں تاکہ تمام قراءات سبعہ اس میں شامل ہو جائیں اور کوئی قراءت اس سے خارج نہ ہو مثلاً دو قراءت ہیں ''مالك يوم الدين'' اور ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' تو اسے یوں لکھا گیا ''ملك'' بعد میں ''مالك'' پڑھنے والوں نے میم پر کھڑی زبر ڈال دی اور ''مَلِكِ'' پڑھنے والوں نے سادہ زبر ایسے ہی ایک جگہ ایک قراءت سے ''كَيْفَ نُنْشِزُهَا'' (بقرہ:۲۵۹) دوسری قراءت ''كيف نَنْشُرُهَا'' ہے نشور سے تو اسے نقطوں کے بغیر یوں لکھا گیا ''سرها'' تاکہ اسے

کیا ہے کہ زیاد ابی سفیان نے ابوالاسود کو یہ کام سونپا (الاغانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰۶' اخبار ابی الاسود) کچھ کہتے ہیں کہ امام ابن سیدین نے اپنے مصحف پر سب سے اول امام یحییٰ بن یعمر سے نقطے لگوائے یہ یحییٰ یعمر مشہور تابعی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ (کتاب النقط للامام ابی عمر صفحہ ۱۲۵ البرہان فی علوم القرآن جلد اول صفحہ ۳۴۹)

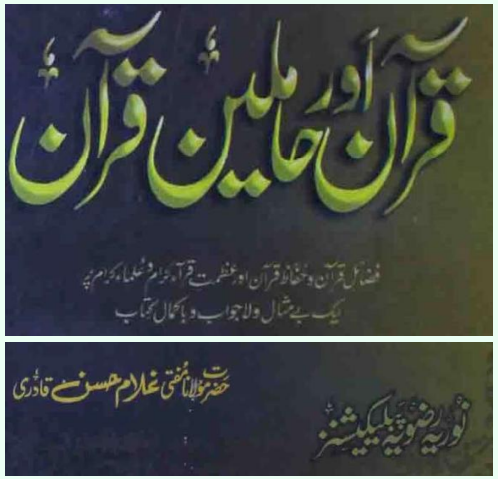
قرآن اور حاملین قرآن
فضائل قرآن و حفاظ قرآن اور عظمت قرآء و فضلاء کرام پر
ایک بے مثال و لاجواب و باکمال کتاب
حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری
نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

اعراب اور نقطے

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم میں نقطے اور زیریں زبریں اس لئے نہیں ڈالی تھیں کہ آپ قراءت سبعہ کو اپنی رسم میں شامل کرنا چاہتے تھے اگر نقطے ڈالے جاتے تو وہ قراءت ساقط ہو جاتیں جن میں نقطوں کا اختلاف ہے جیسے ''نُنْشِزُهَا'' اور ''نَنْشُرُهَا'' اور ''اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ'' میں دوسری قراءت ''تبغون'' ہے اور اگر اعراب ڈالے جاتے تو وہ قراءات رہ جاتیں جن میں اعرابی اختلاف ہے جیسے ''مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' اور ''من انفسکم'' وغیرہ اور یوں بھی اس زمانہ میں اہل عرب کے لئے اعراب اور نقطوں کے بغیر عربی عبارت پڑھنا کچھ مشکل نہ تھا وہ بلا تکلف پڑھ لیتے تھے۔ البتہ جو نسخے دور عثمانی میں بلاد عجم میں بھیجے گئے ان کے ساتھ قاری بھیجے گئے جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے اس طرح اس دور میں مشکل نہ رہی مگر بعد میں بلاد عجم کے لئے نقطوں اور اعراب کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی کیونکہ اتنے قراء دستیاب نہ تھے جو ایک ایک آدمی کو نقطوں کے بغیر پڑھا سکیں ایک اور سبب بھی تھا جس نے نقطے اور اعراب ڈالنا ضروری قرار دیا۔ وہ یہ کہ بعض ملحدین و بے دین لوگوں نے اعراب کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر لفظی معنوی تحریف کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی چنانچہ ''اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ ؕ'' (بیشک اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہے) میں بعض لوگ یوں پڑھنے لگے ''ورسولہ'' انہوں نے اس کو ''اَلْمُشْرِكِيْنَ'' پر عطف کیا اس طرح معنی یہ بن گیا اللہ مشرکوں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہے۔ ایسی ہی دیگر تحریفات بھی ہونے لگیں تب نقطے اور اعراب ڈالنے کی ضرورت کا شدت سے احساس ہوا چنانچہ یہ کام کیا گیا مگر سب سے قبل کس نے یہ کام کیا اس بارے میں شدید اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوالاسود دؤلی کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا (قرطبی مقدمہ جلد اول صفحہ ۶۲) اور ابو اصفہانی نے اپنی کتاب الاغانی میں یوں روایت

قرآن پاک کی حفاظت

برکت ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ حیرت یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ محفوظ اس کے پڑھنے کے طریقے۔ یعنی قرأت (تجوید) محفوظ کہ س، ص، ت، ط، ک، ق، د، ذ، ز، ض، ظ، مدّ، شدّ وغیرہ کس طرح ادا کئے جائیں۔ طریقہ تحریر بھی محفوظ ہے۔ یعنی جس طرح کہ صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم سے تحریر منقول ہے۔ اس کے خلاف قرآن پاک نہیں لکھ سکتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ۔ کا سین لمبا اور میم گول لکھا جاتا ہے کسی قرآن پاک میں سین چھوٹا کر کے نہ لکھا جائے۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْق لکھنے میں اَلْاِسْمُ آتا ہے جیسا کلمات نحوی میں الاسم آتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو عربی خط میں لکھا جائے، اردو خط یا نستعلیق میں نہ لکھا جائے۔ بعض بعض کلمات نحوی قاعدے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ پڑھے ویسے ہی جاتے ہیں جیسے کہ ثابت ہو چکے۔ مثلاً عَلَيْهُ اللّٰه ۔ مَا اَنْسٰنِيْهُ لِنَسْفَعًا وغیرہ ان چیزوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ! قرآن پاک ایسا محفوظ ہے کہ اس کے صفات تک محفوظ۔ اگر کوئی منصف

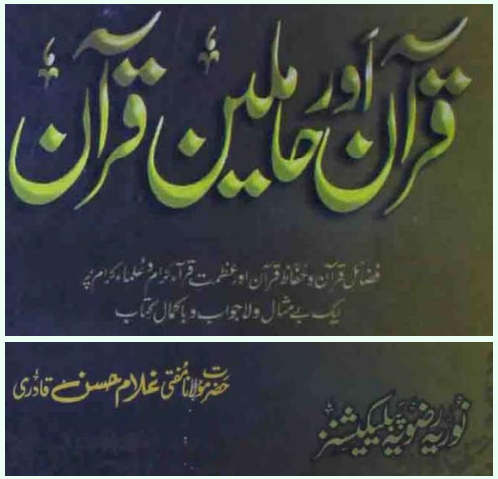
قرآن اور حاملین قرآن
فضائل قرآن و حفاظ قرآن اور عظمت قرآء و فضلاء کرام پر
ایک بے مثال و لاجواب و باکمال کتاب
حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری
نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

Further to Study on جمع وتدوین قرآن

- Tarekh e QURAN by Great Ahmed Misbahi
- TOURAT SHARIF & QURAN e KAREEM
- Hamilein QURAN

- **Muqaddamah e Tafseer**
  1- Abul Hasanat sb
  2- Prof. Dr. Masood Ahmed sb - Khurshid Alam Gohar Qalam ky world famous MUSHAF ka preface
  3- naam yad nahi aa rahy ….. (dhond kr likh rakho)

- Books in Arabic and Persian such as
  Al-itqaan
  Al-Nashr
  etc.

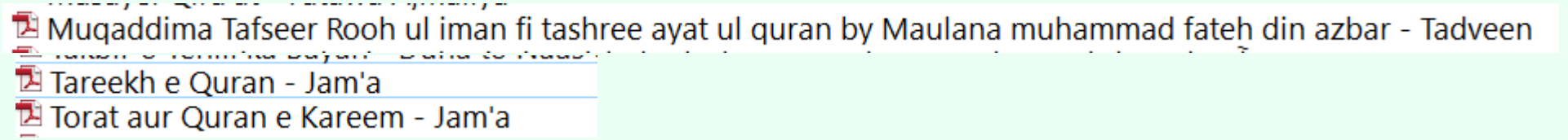
Muqaddima Tafseer Rooh ul iman fi tashree ayat ul quran by Maulana muhammad fateh din azbar - Tadveen
Tareekh e Quran - Jam'a
Torat aur Quran e Kareem - Jam'a

SUMMARY

91	فصل ہشتم: جمع وتدوین قرآن کریم	204
92	فصل نہم: تدوین تورات وقرآن کریم کا تقابل	208

زمین پر قرآن کریم کی حفاظت کے دو انتظامات کئے گئے۔ حفاظت صدری یعنی نبی کریم ﷺ اور اُمت کے قلب ودماغ میں اس کو محفوظ کرنا جس کو قرآن کریم نے

عہد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے

تکمیل کو پہنچا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر جو مصحف تیار کیا وہ کاغذ کے صحیفوں پر تحریری شکل میں تھا۔

اور جمع عثمانی میں فرق یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے جمع کیا کہ قرآن مجید کہیں ضائع نہ ہو جائے کیونکہ وہ منتشر اور متفرق صحیفوں میں تھا۔ انہوں نے

شیرازہ میں جمع کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو وجوہ قرات میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو قرآن مجید کو صحیح قرات کے مطابق جس کی صحت پر کسی کو شبہ نہ تھا، نقل کرا دیا تا کہ اختلافات قرات رفع ہو جائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تورات اور قرآن کریم

(اہمیت، زبان واسلوب، تدوین اور خصائص)

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

بی اے گولڈ میڈلسٹ فاضل عربی گولڈ میڈلسٹ

ایم اے عربی، تاریخ، اسلامیات گولڈ میڈلسٹ

ایم اوایل، پی ایچ ڈی

پرنسپل گورنمنٹ زمیندار کالج گجرات

مکتبہ بزم چشتیہ غفوریہ

مہر آباد شریف وزیر آباد

Further SUBJECTs to Study

1- RASAM
2- CALLIGRAPHY

- **Only intro given in coming slides**
- **Prepare Notes (brief as well as full depth) on these subjects.**

پہلی فصل

رسم خط کی تعریف وغیرہ کا بیان

تعریف:

رسم خط قرآنی کی تعریف یہ ہے کہ کلام پاک کو اس رسم کے موافق لکھنا جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بنا بر اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ثابت اور متقدمین سے منقول ہے اسی وجہ سے اس رسم خط کی اتباع ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک ضروری ہے۔

موضوع:

موضوع اس کا نقوش قرآنی ہے۔

غایت:

غایت اس کی صحت رسم وقرآءت قرآن ہے۔

اقسام:

اس رسم کی دو قسمیں ہیں: (اول) رسم قیاسی یعنی مرسوم مطابق ملفوظ کے ہو اس رسم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) رسم قیاسی مطلق: یعنی مرسوم مطابق ملفوظ کے بالاتفاق ہو جیسے مَلِكِ النَّاسِ۔

(۲) رسم قیاسی مقید: یعنی مرسوم کسی خاص قرآءت میں مطابق ملفوظ کے ہو جیسے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بقرآءت حذف الف۔ اگرچہ یہ رسم قیاسی کی قسم ہے لیکن حکم میں رسم غیر قیاسی کے ہے کیونکہ ایسی رسم کسی نہ کسی قرأت میں مخالف مقروٗ کے ہوگی اور رسم قیاسی مطلق محتاج کی بیان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں کیونکہ یہ رسم عمل اور اصل کے موافق ہے مگر جہاں خلاف اصل کا کسی وجہ سے وہم اور احتمال

ہوگا وہاں اصل کی تصریح کی جائے گی۔

(دوم) رسم غیر قیاسی: یعنی مرسوم موافق مقروٗ کے نہ ہو یا موافق اصل کے نہ ہو اس کی چند صورتیں ہیں:

(اول) ابدال یعنی ملفوظ حرف کی جگہ دوسرا حرف مرسوم ہو جیسے صَلٰوةٌ

(دوم) حذف یعنی کسی حرف مقروٗ کو نہ لکھنا جیسے سَلٰمٌ وغیرہ

(سوم) اثبات یعنی کسی حرف غیر مقروٗ کو لکھنا جیسے بِاَيْيدٍ وغیرہ

(چہارم) وصل یعنی دو کلموں کو ملا کر لکھنا جیسے بِئْسَمَا وغیرہ اس کو موصول کہتے ہیں اور اگر ملا ہوا نہ لکھا ہو تو اس کو مقطوع کہتے ہیں۔

اس رسم غیر قیاسی کی دو قسمیں ہیں:

(اول) رسم اصطلاحی یعنی مرسوم مخالف ملفوظ کے ہو بلا احتمال اختلاف قرآءت کے جیسے لَاۤ اِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ

(دوم) رسم احتمالی یعنی وہ رسم جو قرآءت مختلفہ کو مشتمل اور محتمل ہو جیسے يَعْلَمُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ کہ رسماً یہ دونوں ایک ہیں کیونکہ اصل رسم عثمانی غیر منقوط اور غیر معرب ہے لہٰذا یہ رسم قرآءات مختلفہ صیغہ غائب اور خطاب دونوں کو شامل ہے۔

بِسۡمِ اللہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الحمد لله الذي أنزل القرآن ، و ضمن لحفظه من التغيير و التبديل و أحداث الزمان. و الصلاة و السلام على حبيبه سيد الأكوان، الذي أنزل عليه الفرقان، وهو ذكر و حكمة و لكل شيء تبيان، وعلىٰ اله وصحبه وأتباعه وأتباعهم الذين تعلموا وعلّموا و بلّغوا كتاب الله العزيز الرحمن .

کتابت اور رسم قرآنی کی حفاظت

خط کی ابتدا:- خطّ و تحریر کی ابتدا سے متعلق ابن فارس نے فقہ اللغۃ میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور امام سیوطی نے المُزھِر میں اسے نقل کرتے ہوئے بہت کچھ اضافہ بھی کیا ہے۔ اتقان میں انھوں نے مختصر کلام کیا ہے۔ اسی کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

ابن اَشتہ نے کتاب المصاحف میں اپنی سند کے ساتھ کعب احبار سے روایت کی ہے کہ عربی، سریانی اور دوسرے سارے خطوط حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات سے تین سو سال پہلے وضع کیے۔ انھیں مٹی میں لکھا، پھر اسے پکا دیا۔ جب زمین غرق ہوئی، اس کے بعد لوگ زمین پر آئے تو ہر قوم نے اپنی تحریر پائی، اور اسی میں لکھنے لگے۔ حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم نے خط عرب پایا۔

پھر ابن اَشتہ نے بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کی، انھوں نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے خط عربی وضع کیا۔ انھوں نے ہر تحریر کو اس کے تلفظ اور نطق پر وضع کیا۔ پھر ان سب کو موصول کی طرح ایک تحریر بنا دیا۔ پھر اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

یعنی اس تحریر میں انھوں نے سب کلمات باہم ملا دیے، حروف کے درمیان جدائی نہ رکھی مثلاً اس طرح: بِسۡمِكَ اللّٰهُمَّ — پھر ان کی اولاد میں سے هُمَيْسَع اور قَيْذَر نے کلمات کو فصل کے ساتھ لکھا۔

پھر ابن اَشتہ نے بطریق سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سب سے پہلی کتاب "ابوجاد" نازل فرمائی۔

ابن فارس نے کہا ہم اسی کے قائل ہیں کہ خط، امر توقیفی ہے، اس لیے کہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے: عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ؕ اس نے قلم کی تعلیم دی، انسان کو وہ سکھایا جس کا اسے علم نہ تھا۔ اور فرمایا: نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ۙ قسم ہے قلم کی اور تحریروں کی۔ اور یہ حروف ان اسما میں داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے۔

ابتدائے تحریر سے متعلق اتقان میں یہ اجمالی کلام ہے۔

رسم قرآنی:- خاص رسم قرآنی سے متعلق لکھتے ہیں کہ: اس بارے میں متقدمین و متاخرین میں سے

بہت سے لوگوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں انہی میں سے امام ابو عمرو (عثمان بن سعید) دانی- متوفی ۴۴۴ھ بھی ہیں۔

قرآن کریم میں جو کلمات عام اصولِ کتابت کے خلاف مرسوم ہیں ان کی توجیہ میں ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان اَزدی مراکشی معروف بہ "ابن البنّاء" متوفی ۷۲۱ھ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "عُنْوَانُ الدَّلِيْلِ فِي مَرْسُوْمِ خَطِّ التَّنْزِيْلِ"۔ اس میں بیان کیا ہے کہ تحریر میں ان حروف کا حال ان کلمات کے معانی کے اختلافِ حال کے لحاظ سے ہے۔

امام دانی "المُقْنِع" میں اشہب سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ کیا قرآن کو اس ہجا پر لکھا جائے جو آج لوگوں نے ایجاد کی ہے؟ فرمایا نہیں، پہلی ہی تحریر پر لکھا جائے۔ امام دانی فرماتے ہیں: اس بارے میں علماے امت میں سے کوئی بھی امام مالک کے خلاف نہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ امام مالک سے قرآن کے حروف واو، الف سے متعلق سوال ہوا کہ آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا مصحف میں اس طرح جو ملے اسے بدل دیا جائے؟ فرمایا: نہیں۔

امام دانی فرماتے ہیں: یعنی وہ واو اور الف جو رسم میں زائد ہوتے ہیں اور تلفظ میں نہیں آتے — جیسے "اولو" کا پہلا واو۔

امام احمد فرماتے ہیں: واو، یا، الف یا اور کسی حرف میں مصحف امام کی مخالفت حرام ہے۔

امام بیہقی شعب الایمان میں لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مصحف لکھے تو اسے اُس ہجا کی پابندی کرنی چاہیے جس پر صحابہ نے یہ مصاحف لکھے۔ اس میں ان کی مخالفت نہ کرے۔ نہ ان کی تحریر میں کوئی تبدیلی لائے۔ اس لیے کہ وہ علم میں ہم سے فائق، دل اور زبان میں ہم سے زیادہ صادق، اور امانت میں ہم سے عظیم تر تھے۔ اپنے بارے میں یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہم اُن پر کوئی استدراک کر سکیں گے۔ (الإتقان فی علوم القرآن ج۴، ص۱۴۵تا۱۴۷ - نوع ۷۶ -مرسوم الخط و آداب کتابته)

امام ابو عمرو دانی لکھتے ہیں: اکثر علما اس پر ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مصحف لکھایا تو اس کے چار نسخے بنوائے اور ہر خطے میں ایک ایک نسخہ بھیجا۔ ایک کوفہ، ایک بصرہ، ایک شام اور ایک اپنے پاس رکھا۔

اور کہا گیا کہ سات نسخے تیار کرائے ایک مکہ، ایک یمن، اور ایک بحرین بھی بھیجا۔ مگر قول اول اصح ہے اور علما اسی پر ہیں۔ (المُقنع ص۱۹)

المقنع کے آخر میں امام ابو عمرو دانی نے رسم قرآنی سے متعلق کچھ شکوک و شبہات ذکر کر کے ان کے تشفی بخش جوابات بھی رقم کیے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۱۸ تا ۱۲۵- المقنع فی رسم مصاحف الامصار مع کتاب النقط - بہ تحقیق محمد صادق قمحاوی - اشاعت: مکتبہ الکلیات الأزہریہ - قاہرہ - تاریخ اشاعت درج نہیں)